Research Scholar: Nazia Begum Jaffoo

Supervisor: Prof. Wahajuddin Alvi

Department: Urdu

Topic: Qurratul Ain Haider Ki Afsana Nigari: Ek Tanqidi Mutalea

Abstract

جدید افسانہ تخلیقی اور فنی افسانہ ہے جس کے آغاز کا سہرا میرے نزدیک قرۃ العین حیدر کے سر جاتا ہے۔ عینی صاحبہ کے پانچ افسانوی مجموعوں کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد کئی ایسے نکات سامنے آئے جو ان کی افسانہ نگاری کو منفرد بنا دیتے ہیں۔ ان کی افسانہ نگاری کا سفر 'ستاروں سے آگے' سے شروع ہوا۔ ابتدائی افسانے ہلکے پھلکے رومانی انداز کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے کم عمری میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ان افسانوں کا انداز بیان حزنیہ جذباتی اور رومانی ہے۔ مگر اس میں بھی ایک انفرادیت ہے۔ اس دور میں جو افسانے لکھے جا رہے تھے ان سے مختلف انداز تھا۔ پھر ان کا دوسرا مجموعہ 'شیشے کے گھر' شائع ہوا تو اس میں ان کا انداز پورا بدلا ہوا تھا۔ رومانیت کا غلبہ نہیں تھا۔ تیسرے مجموعے 'پت جھڑ کی آواز' سے انھوں نے اردو افسانہ نگاری میں اپنی ایک الگ شناخت بنالی۔ ایک نیا اسلوب سامنے آیا۔

قرۃ العین حیدر نے اپنے افسانوں میں جن لوگوں کی زندگی اور مسائل خاص طور پر پیش کیے وہ اونچے طبقے کے لوگ تھے اور ان میں جس ماحول کی عکاسی کی گئی تھی وہ نیم مشرقی اور نیم مغربی تھا۔ انھوں نے اس زندگی کو جس سطح پر پیش کیا اس سے ان کے افسانوں کے بارے میں یہ رائے دی جانے لگی کہ وہ بورژوا ہیں اور اعلیٰ طبقے کی مصنوعی زندگی اور اس سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے مشاغل وغیرہ کا ذکر کرتی ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یہ سمجھا جا رہا تھا کہ ادب میں صرف مزدوروں، کسانوں اور عوام کی زندگی بیان ہونی چاہیے۔ بہر حال قرۃ العین حیدر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ زندگی جس قدر رنگا رنگ ہے افسانہ کو بھی اتنا ہی رنگا رنگ ہونا چاہیے۔ ان کے یہاں زندگی نے اپنی پوری خارجی اور داخلی کشمکش کے ساتھ جگہ پائی ہے۔ اس طرح ان کے افسانوں کی تکنیک اور اسلوب میں زندگی جیسا تنوع پایا جاتا ہے۔

قرۃ العین حیدر کی اکثر کہانیاں وقت کے بڑے اور وسیع تناظر کا احاطہ کرتی ہیں۔ بعض تو کسی ایک کردار کی پوری زندگی پر محیط ہیں اور بعض خاندان کی زندگی پر محیط ہیں۔ یہ کہانیاں زندگی کے دور سے تعلق رکھنے والے مختلف مراحل کا احاطہ کرتی ہیں۔ عینی صاحبہ کا موضوع عام آدمی نہیں تھا۔ ان کا جو ماحول تھا، ان کی جو تربیت، ان کے جو تجربے اور مشاہدے تھے ان میں عام آدمی کا روایتی تصور بہر حال نہیں تھا۔ البتہ زندگی کے مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والے افسانوں میں قرۃ العین حیدر کی فنی چابکدستی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ چوں کہ ان کے یہاں تنوع ہے اس لیے زندگی کو مختلف جہت سے سمجھنے اور پیش کرنے کی کوششیں ملتی ہیں۔

قرۃ العین حیدر کے افسانے پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے بہت سفر کیا ہے۔ اسی لیے جا بجا مختلف علاقوں، شہروں، ضلعوں اور ملکوں کا نام آتا ہے۔ مثال کے طور پر ڈالن والا، دہرہ دون، لکھنؤ، یوپی، پاکستان، ایران، مصر وغیرہ۔ وہ مشرق و مغرب کا ادب خصوصاً اردو ادب کے متعلق قارئین کو معلومات فراہم کرتی ہیں۔ مثال میں حلقۂ ارباب ذوق، رسوؔا کا ناول 'امراؤ جان ادا'، امتیاز علی تارج کا ڈراما 'انارکلی' اور اقبالؔ کی شاعری قابل ذکر ہیں۔ ان کے موضوعات پوری کائنات کو سمیٹ دیتے ہیں۔ وقت کا تصور، زندگی، موت اور سماجی، سیاسی، تہذیبی، مذہبی اور اقتصادی مسائل وغیرہ ان کے وسیع و عمیق مطالعے و مشاہدے کی دلیل ہے۔ انھیں سائنس اور ٹکنالوجی، رقص و موسیقی اور مصوری کا بھی شغف حاصل ہے۔ ان کے بیشتر افسانوں میں قاری کا سابقہ کسی نغمہ، ریکارڈ، موسیقی یا رقص سے ہوتا ہے۔ قرۃ العین حیدر بنیادی طور پر کہانی کار ہیں۔ وہ کلاسیکی اور نیم کلاسیکی موسیقی سے بھی شغف رکھتی ہیں۔ پینٹنگ سے گہرا لگاؤ تھا۔ اپنے تخیل کو فنون لطیفہ کے مختلف شعبوں پر وار کرنے کی اہل بھی رہی ہیں۔ ان کی قوت باصرہ اور قوت سامعہ دونوں غیر معمولی طور پر حساس واقع ہوئی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے افسانوں میں شکلوں، رنگوں اور خطوں کی کیفیت اور ہم آہنگی کو جذب کرتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے ادبی شاہ کار حسن و مسرت کا دائمی سر چشمہ ہوتے ہیں۔ یہ افسانے جتنے پرانے ہو جائیں مگر اپنی اہمیت نہیں کھو سکتے۔

قرۃ العین حیدر جزئیات نگاری میں ماہر ہیں۔مختلف رنگوں، کاروں، ملکوں، موسیقی کے ساز و سامان، ملبوسات، درختوں، پھلوں، پھولوں وغیرہ کی تفصیلات بیان کرنے میں فن کارانہ مہارت دکھاتی ہیں۔ وہ کئی افسانوں میں آنکھوں کی تعریف و توصیف کرتی ہیں۔ یہاں مثال میں آنکھوں کی جزئیات پیش کرنا مقصد ہے۔نرگسی آنکھیں (نظارہ درمیاں ہے)، سبز آنکھیں (اودھ کی شام)، نیلی آنکھیں (ٹوٹتے تارے)، بادام جیسی آنکھیں (ایں دفتر بے معنی)، سیاہ آنکھوں والی کنواریاں (ایں دفتر بے معنی)، نیلی آنکھوں والے لونڈے (ایں دفتر بے معنی)، گہری سبز آنکھیں (ہم لوگ)، حساس آنکھیں (ہم لوگ)، دھندلی سی سبز اور چھلکتی ہوئی آنکھیں (رقص شرر)، جاوید کی نیلی آنکھیں (دیودار کے درخت)، سیاہ آنکھوں والے فن کار (پرواز کے بعد)، نیلی آنکھیں (پرواز کے بعد)، بڑی بڑی آنکھوں کے اوپر (جہاں کارواں ٹھیرا تھا)، نیلوفر کی نیلی آنکھوں میں اداسی کی لہریں... (جہاں کارواں ٹھیرا تھا)، سبز آنکھوں والی خوبصورت لڑکی (سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا) وغیرہ۔ بہرحال کئی بار یکسانیت کے باعث بوریت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ البتہ مختلف موسموں اور مناظر فطرت کی تصویر کشی نہایت دلکش ہے۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں کے کردار عموماً اعلیٰ متوسط طبقوں سے تعلق رکھنے والے کچی عمر کے آسودہ حال اور رومان پسند نوجوان ہوتے ہیں۔ نیز اعلیٰ رتبے کے لوگ جو بڑے عہدے پر فائز ہیں ان کے اکثر افسانوں میں مرکزی یا ذیلی کردار کے طور پر نظر آتے ہیں۔ وہ خاص طور سے شہری ماحول کی تصویر کشی کرتی ہیں۔عینی صاحبہ ان لوگوں کی طرف توجہ کرتی ہیں جو ایک مصنوعی اور خیالی زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ یہ اعلیٰ طبقہ اندر سے کھوکھلا نظر آتا ہے اور اس کی قدریں بے مصرف ہیں۔ دراصل قرۃ العین حیدر انسان دوست ہیں اور وہ اپنے افسانوں کے ذریعے زندگی کے اعلیٰ تصورات دکھانا چاہتی ہیں اسی لیے ان کے افسانوں میں ایک قسم کی سنجیدگی ہے۔

قرۃ العین حیدر کئی زبانوں کی اہل ہیں۔ ہندی، اردو اور انگریزی میں انھیں مہارت حاصل ہے۔عربی اور فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ وہ تھوڑی بہت فرانسیسی زبان بھی جانتی ہیں۔ نیز وہ کئی علاقوں، شہروں یا قصبوں کی مقامی زبان سے واقف ہیں مثلاً اودھی۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے افسانوں میں کثرت سے انگریزی الفاظ کا استعمال کرتی ہیں جب کہ اردو میں یہ الفاظ شامل ہیں۔ بہرحال مکالموں میں یہ انداز فطری نظر آتا ہے۔ کیوں کہ اکثر کردار اعلیٰ متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور پڑھے لکھے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو الفاظ قرۃ العین حیدر انگریزی میں استعمال کرتی ہیں اردو میں ان کا ہو بہو متبادل نہیں۔ اظہار کا وہی معنی نہیں نکلتا۔عینی صاحبہ کے افسانوں کی ایک نمایاں وصف ان کا سوانحی انداز ہے۔ وہ خود اپنے افسانوں کا کردار بن جاتی ہیں اور ان کی آپ بیتی کہیں نہ کہیں جھلکتی ہے۔ اس طرح وہ اپنے کرداروں اور ان کے حالات کا تجزیہ کرتے وقت خاص جذباتی ہو جاتی ہیں۔

پورا مقالہ لکھنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرۃ العین حیدر نے جو سفر 'ستاروں سے آگے' سے شروع کیا تھا وہ 'جگنوؤں کی دنیا' تک پہنچتے پہنچتے فنی پختگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان کا ہر افسانہ گذشتہ افسانے کے مقابلے میں فکر و فن کا زیادہ مظاہرہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ابتدائی افسانوں مین فکر کا عنصر کافی ہے۔ تصورات و خیالات کا دباؤں زیادہ ہے۔ ان کے یہاں نئی اور تخلیقی تکنیک ملتی ہے۔ ان کی نثر میں شاعرانہ بہاؤ پایا جاتا ہے۔ شعور کی رو کا عمل زیادہ ہے۔ کردار غیر واضح ہیں۔ شروع کے افسانوں میں افسانہ نگاری کا فن کمزور نظر آتا ہے۔ دوسرے مجموعے سے لے کر آخری مجموعے کے افسانوں میں رومانیت ضرور ہے مگر اس رومانیت کی حدیں وسیع ہیں۔ تہذیب اور تاریخ اس پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ تہذیبی پس منظر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ماحول کو فن کے ایک ہی سانچے میں یکجا کر کے اسلوب و اظہار کی نئی راہیں نکالنا اور مختلف ادوار کے پس منظر میں زندگی کے حقائق کو پیش کرنے کا انداز قرۃ العین حیدر کے اہم ترین پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اردو افسانہ کو وسعت دینے کے لیے فن کے جو نئے تجربے قرۃ العین حیدر نے کیے ہیں ہمیں بغیر کسی قباحت کے ان کی قدر و قیمت کو تسلیم کرنا چاہیے۔ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اردو ادب کی تاریخ میں قرۃ العین حیدر کی افسانہ نگاری سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔